International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:04, Issue: 02, July-Sep 2024
pp: 263- 288

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے منہج مقاصدی اور اسرار شریعت کا تجزیاتی مطالعہ

Shāh Walī Allāh al-Dehlawī's Maqāṣid-Based Methodology and the Secrets of Sharīʿah: An Analytical Study

Muhammad Kausar
Lecturer Islamic studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan
Rubina Kosar
Lecturer Islamic studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan
Muhammad Idrees
Lecturer Islamic studies, The University of Lahore, Lahore, Pakistan

Abstract

This article explores the concept of "Tafsir bil-Ma'thoor," a method of Quranic exegesis that relies on traditional narratives and established interpretations derived from the Prophet Muhammad (PBUH) and his companions. It highlights the significance of authentic Hadith and historical context in understanding the Quranic text. The article examines Mufti Saeed Ahmed Palanpuri's perspective on Tafsir bil-Ma'thoor, emphasizing its role in preserving the integrity of Quranic interpretation. By analyzing key verses and their interpretations, the study underscores the importance of this method in providing a comprehensive understanding of the Quran, ensuring that interpretations remain aligned with the original teachings of Islam. The article concludes by affirming the continued relevance of Tafsir bil-Ma'thoor in contemporary Quranic studies and its contribution to the broader field of Islamic answers and commands.

Keywords: Tafsir bil-Ma'thoor, Quranic exegesis, Hadith, Mufti Saeed Ahmed Palanpuri, Islamic interpretation

تمہید:

اللہ رب العزت نے انسان کو بے شمار احسانات سے نوازا ہے۔ ان میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے انسان کی اپنی کتاب کے ذریعے راہنمائی فرمائی۔ اور کتاب بھی ایسی کہ جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ رب العزت نے خود لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود بھی اس میں کوئی زبر زیر تک کی تبدیلی نہیں ہو سکی۔ اللہ تعالی نے جس طرح پوری کائنات کو تخلیق کیا اس طرح انسان کی فطرت کے بھی خالق ہیں۔ اللہ نے انسان کو عقل سلیم عطا فرمائی۔ جیسے جیسے انسان نے قران پاک میں غور وحوض کیا تو اسکے رموز و اسرار اور موعظ و حکم کے در پے انسانی عقل پر اشکار ہوتے گئے۔ ابتدائے

CC BY

افرینش سے اللہ رب العزت نے اسمانی صحائف کتب کی تفسیر کیلئے انبیا اور رسل کا انتخاب فرمایا۔ ایسے ہی اپنی اخری کتاب قران مجید فرقان حمید کی تفسیر کیلئے اپنے محبوب نبی خاتم النبیین، سرور کائنات، حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا انتخاب کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت وہ مقدس جماعت ہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست قران مجید اور اسکی تفسیر سیکھی۔ تابعین وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے صحابہ کرام کے چشم فیض سے اپنے علم کی پیاس بجھائی۔ اس دور میں باقائدہ مدون تفسیر کا اغاز ہوا۔ ۱۸۵۷ کی جنگ ازادی میں ناکامی کے بعد ۱۸۶۶ میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئ۔ جن میں بڑے بڑے نامور مفسر پیدا ہوئے۔ انہی میں سے ایک مفتی سعید احمد پالنپوری بھی ہیں۔ ان کی تفسیر "ہدایت القران" کی اہمیت وافادیت کو مد نظر رکھتے ہوئے آرٹیکل میں اس کے منہج واسلوب کو بیان کیا گیا ہے۔

مولانا سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ کے حالات زندگی

آپ کا پورا نام سعید احمد بن یوسف بن علی پالن پوری دیوبندی حنفی ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی ولادت ۱۳۶۰ ہجری میں بمطابق ۱۹۴۰ء میں موضع کالڑہ ضلع بناس کانٹھا (شمالی گجرات) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کرنے کے بعد اپنے ماموں مولانا عبد الرحمن صاحب کے ساتھ دار العلوم چھابی میں داخل ہوئے۔ وہاں اپنے ماموں اور دیگر اساتذہ سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔ چھ ماہ کے بعد حضرت مولانا نزیر میاں پالنپوری رحمہ اللہ کے مدرسے پالنپور چلے گئے اور وھاں چار سال تک مولانا مفتی محمد اکبر پالن پوری اور ہاشم بخاری سے بخاری کی ابتدائی اور متوسط کتابیں (شرح جامی تک) پڑھیں۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کیلئے ۱۹۵۸ /۱۳۷۷ میں مدرسہ مظاہر علوم مہادن پور میں داخل ہوئے۔ یہاں آپ نے تین سال تعلیم حاصل کی ۱۸۰ء میں آپ دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۸۰ء میں دورہ حدیث شریف سے فارغ ہوئے۔ اور اول پوزیشن حاصل کی۔ یہ دار العلوم دیوبند کا سوواں (۱۰۰) سال تھا۔ فراغت کے بعد دو سال تک افتاء کا کورس کیا۔ حدیث اور فقہ آپ کے ذوق کا حصہ تھے۔ ان دونوں کے مراجع و مآخذ پر گہری نظر تھی۔ فقہ وحدیث کے علاوہ حضرت پالن پوری رحمتہ اللہ کا حضرت شاہ ولی محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اور معارف حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نالوتی رحمہ اللہ پر بھی خصوصی مطالعہ تھا۔ ان بزرگوں کی کتابوں کی تشریح وتسہیل آپ نے فرمائی۔ اردو کے ساتھ عربی زبان پر بھی ان کو مکمل عبور تھا۔ اس چیز کی گواہی ان کی تصنیفات میں ملتی ہے۔ آپ رحمتہ اللہ نے مختلف موضوعات پر چالیس سے زیادہ تصنیفات یاد گار چھوڑیں۔ سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری اور جامع ترمذی کی ایسی اردو شرح لکھی جس سے بخاری وترمذی کے علاوہ حدیث کے دیگر کتابوں کے حل کرنے اور ان سے استفادہ کرنے میں مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ نیز انہوں نے رحمتہ اللہ واسعہ کے نام سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مشہور زمانہ کتاب کی اردو شرح لکھی۔ اس کے علاوہ کئی کتابیں مدارس کے نصاب میں داخل ہیں۔ پرتبھا پاٹل نے پالنپوری کو بھارت کے ۶۴ ویں یوم آزادی پر عربی زبان میں ان کے علمی شغف اور مسلمہ قابلیت پر پریسیڈ میٹل سرٹیفیکیٹ آف آنر (صدارتی توصیفی سند)

سے نوازا تھا۔ آپ رحمتہ اللہ نے صرف دینی موضوعات پر نہیں بلکہ امت مسلمہ کو درپیش چیلنجز اور اس کے حل پر بھی لکھا۔ جس میں "اسلام تغیر پذیر دنیا میں" جیسی اہم کتاب شامل ہے، اسی طرح معاصر دنیا سے نہایت اہم کتب لکھیں۔ عبد الرؤف غزنوی حال استاد جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی فرماتے ہیں: "ایک ہی آدمی سے دین کا اتنا بڑا کام خداوند قدوس کی خصوصی توفیق کے بغیر عادۃ مقصود نہیں۔ آپ ایک طرف سے تو عالم اسلام کے سب سے بڑے عالیشان خالص دینی ادارے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث وصدر المدرسین کے باوقار منصب پر فائز ہو کر تشنگان علم اور مہمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نبوت سے سیر اب کر رہے ہیں اور دوسری طرف تصنیف و تالیف کے میدان میں چند ہی سال کے اندر پانچ ضخیم جلدوں پر من رحمۃ اللہ واسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغہ آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل "تحفہ الالمعی شرح سنن الترمذی" ۱۲ جلدوں پر مشتمل تحفۃ القاری صحیح بخاری لکھ چکے ہیں۔"

تکمیل افتاء کے بعد ۱۳۸۴ھ میں دار العلوم اشرفیہ راندیر (سورت) میں علیا کے مدرس مقرر ہوئے۔ یہاں تقریباً دس سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر دار کی تجویز ۱۳۹۴ء میں دارالعلوم دیوبند کے مسند و تدریس کیلئے ان کا انتخاب عمل میں لایا اور دار العلوم دیوبند کی مجلس شوری کے معزز رکن محمد منظور نعمانی ۲۰۲۰ء تک تقریباً نصف صدی پر محیط تدریسی انجام خدمات دیتے رہے۔ دار العلوم میں مختلف فنون کی کتابیں پڑھانے کے ساتھ برسوں سے ترمذی شریف جلد اول ااور طحاوی شریف کے اسباق ان سے متعلق رہیں دار العلوم کے شیخ اور صدر المدرسین نصیر احمد خان ۱۴۲۹ اھ بمطابق ۲۰۰۸ء سے بخاری شریف جلد اول کا درس بھی ان سے متعلق کر دیا گیا۔ اب بوقت انتقال دار العلوم کے شیخ اور صدرالمدرسین تھے۔ اوقات کی پابندی اور کاموں کا انہماک، دین میں نصاب ان کے اہم قابل تقلید اوصاف ہیں۔ حضرت پالن پوری رحمہ اللہ کی تمام کتب نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ کی تحریر کردہ کتابوں کے صفحات کی تعداد تقریباً ۵۴۰۰ ہے جو حضرت والا کی زندگی میں برکت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کی واضح علامت ہے۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۱ ہجری بمطابق ۱۹ مئ ۲۰۲۰ بروز منگل کو علوم وفنون کا یہ روشن آفتاب سرزمین بمبئ میں غروب ہوا۔

تفسیر بالماثور میں علامہ کا منہج واسلوب

علامہ ذہبی نے تفسیر بالماثور کی تعریف یوں کی ہے:

يشتمل التفسير المأثور ماجاء في القرآن نفسه من البيان والتفصيل لبعض آياته وما نقل الرسول صلى الله وسلم و ما نقل الصحابه رضوان الله عليهم نقل التابعين من كل ما هو بيان وتوضيح مراد الله تعالى من نصوص كتابه الكريم

"ایسی تفسیر جس میں خود قرآن ہی اپنی بعض آیات کے لیے بیان اور تفسیر بنتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد تابعین سے جو کچھ بھی کتاب

اللہ کی نصوص میں مراد الٰہی کی توضیح بیان کے لیے منقول ہے۔ تفسیر بالماثور میں شامل ہے۔"یعنی قران، سنت، اقوال صحابہ اور اقوال تابعین کی روشنی میں کی گئ تفسیر کو تفسیر بالماثور کہتے ہیں ایسی تفسیر کو تفسیر بالروایہ بھی کہتے ہیں۔ ۱

اسی روش کو حضرت مفتی سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر روایت القرآن میں اختیار فرمایا ہے جس کو ذیل کے چند مثالوں میں دیکھا جا سکتا ہے ہے حضرت پالن پوری رحمتہ اللہ علیہ نے بے شمار آیات کی تفسیر دوسری آیات سے فرمائی ہے لیکن ذیل میں چند نظائر پیش کیے جاتے ہیں۔

تفسیر القرآن بالقرآن کا اسلوب

مثال ا:-

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّارَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۲

ترجمہ: "متقی (وہ لوگ ہیں) جو بن دیکھی چیزوں کو مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ہم نے بطور رزق دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں۔"

مندرجہ بالا آیت میں اللہ رب العزت نے متقین کی تین صفات بیان کی ہیں۔ آیت مذکورہ میں موجود تیسری صفت کے بارے میں مصنف فرماتے ہیں:

یہ قید قضیہ قیاسا تھامعھا کے قبیل سے ہے یعنی ایک بات جس کی دلیل اس کے ساتھ ہے۔ اور وہ یہ کہ انفاق کا حکم اس لیے ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ رب العزت نے بطور روزی دیا ہے۔ حقٰی مالک نہیں بنایا۔ پس اس کی جو روزی بچ رہے اس کو غریبوں پر خرچ کرے کیونکہ اللہ تعالی غریبوں کا رزق مالداروں کے واسطے سے دیتے ہیں۔ اور سورہ حدید میں مزید اس کی وضاحت بیان فرمائی ہے:

وَ أَنْفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِينَ فِيْهِ ۳

ترجمہ: "اور جس مال میں اللہ تعالی نے تم کو قائم مقام بنایا ہے کچھ اس میں سے خرچ کرو۔"

انسان اپنے مال میں مینیجر ہے مالک نہیں۔ بس مالک جو حکم دے اس کی تعمیل کرنی چاہیے۔ جیسے اللہ رب العزت نے سورہ بقرہ کی آیت ۳ میں فرمایا۔"کہ وہ مال جو اللہ نے بطور امانت دیا ہے اسی میں سے خرچ کرو۔" اس کی وضاحت مفتی سعید احمد پالن پوری رحمتہ اللہ علیہ نے سورہ الحدید کی آیت سے بھی کر دی۔ انسان کو اللہ نے رزق دیا ہے۔ انسان اس میں مالک نہیں ہے بلکہ مینیجر ہے۔ جیسے دنیا میں کسی میجر کو کلی طور پر کسی کمپنی میں اختیار نہیں ہوتا بلکہ مالک کے حکم کا پابند ہوتا ہے۔۴ ایسے ہی ایک انسان دنیا میں مالک نہیں بلکہ اللہ نے جو رزق دیا ہے اس میں ایک معینہ مدت تک وہ مینیجر ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالی کسی اور کو منتخب فرمائے گا۔ چناچہ اللہ رب العزت نے خرچ کرنے کے جو مصارف بتائیں ہیں ایک انسان کو اپنے مال وہاں خرچ کرنا چاہیے۔

مثال ۲:

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِما بِالْقِسْطِ ؕ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيمُ

"اللہ پاک نے (تمام اسمانی کتابوں میں) اس بات کی گواہی دی کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور انصاف پسند اہل علم نے (بھی گواہی دی ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زبردست حکمت والا ہے۔" ۵

مذکورہ آیت میں اللہ رب العزت نے اپنی وحدانیت اور یکتا ہونے کو بیان فرمایا ہے اور تین لوگوں کو اس پر بطور گواہ بنایا ہے. سابقہ شرائع فرشتے اہل علم

کیونکہ اس سورت کا آغاز توحید سے ہوتا ہے اور اس میں مشرکین سے خطاب اور ان کو قائل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے پہلے دلائل دیے ہیں۔ پھر استفسار فرمایا کہ توحید کے ماننے میں تردد کیوں ہے؟ یہ تو تمام شرائع کا متفقہ عقیدہ ہے۔ تمام آسمانی کتابوں میں مدلل طور پر بیان فرمایا ہے۔ یہی اللہ کی شہادت ہے۔ اسی شہادت کو اللہ رب العزت نے سورہ انبیاء میں کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِا

"اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی جو رسول بھیجے اس کی طرف ہم نے یہ وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس میری بات کرو۔" ٦

مندرجہ بالا آیت کے ذریعہ مفتی سعید احمد پالن پوری رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے ماقبل سورۃ آل عمران کی آیت کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ دونوں آیات کا بنیادی طور پر مضمون ایک ہے اور وہ توحید ہے ماقبل آیت میں تین لوگوں کو بطور گواہ بیان فرمایا۔ انہی میں سے جو سابقہ شرائع ہیں جس میں اللہ کی وحدانیت کا ذکر تھا اس میں بھی یہی مضمون ذکر فرمایا۔ کہ سابقہ جتنے بھی انبیاء کی طرف وحی کی گئی اس میں یہی فرمان ہوتا ہے۔ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میری (اللہ کی) عبادت کرو" (چنانچہ مندرجہ بالا آیات میں حضرت پالن پوری رحمتہ اللہ نے سورۃ آل عمران کی سورۃ انبیاء سے وضاحت فرمائی۔ ۷

تفسیر القرآن بالسنہ کا اسلوب

قرآن مجید کی تفسیر کا دوسرا بہترین طریقہ قرآنی آیات کی تفسیر احادیث مبارکہ سے کرنا ہے۔ جہاں قرآن مجید کی جس بات کو جاننے کی ضرورت تھی یا جہاں پر جن آیات میں اجمال تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت شارع اس کی تشریح فرمادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شارع ہونے کی دلیل قطعی بھی اللہ رب العزت نے قرآن میں بیان فرمادی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۸ "وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے مگر انہیں جو وحی کی جاتی ہے۔"

مثال:۱

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۹

"اور ان لوگوں کو جو راہ خدا میں مارے گئے مردے مت کہو وہ زندہ ہیں مگر تم سمجھتے نہیں۔"

شہیدوں کو مرا ہوا مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔ یعنی ان کی جو برزخی کیفیت سے زندہ ہونے کی اس کیفیت کا تمہیں ادراک نہیں۔ اعلی درجہ کے صابر شہید ہیں جو اعلاء کلمتہ کے لیے جان دیتے ہیں اور اللہ کے بارگاہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں اور وہ قیامت کے دن اللہ کے حضور پیش ہوں گے اور یہ دعوی کریں گے کہ ہم تو دعوت لے کر گئے تھے مگر ہمیں شہید کر دیا گیا۔ انہوں نے صبر کیا۔ اس کا انعام انہیں یہ دیا گیا اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے بارے میں آیات نازل فرمائیں۔ اور حکم دیا کہ ان حضرات کو جو اللہ کی راہ میں شہید ہوتے ہیں مرا ہوا خیال مت کرو وہ زندہ وجاوید ہیں۔ مگر تم لوگ ان کی حیات کو سمجھ نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ حیات برزخی ہے۔**۱۰**

بنیادی طور پر منافقین کا صحابہ کرام کے بارے میں یہ کہنا تھا کہ ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں جان گنوادی۔ نعوذ باللہ۔ اور زندگی کے لطف و آرام سے محروم ہوگئے۔ اس آیت میں اللہ رب العزت نے منافقین کے قول کی تردید فرمائی کہ وہ زندہ جاوید ہیں اور وہ مرے نہیں۔ مزید اس کی وضاحت میں حدیث مبارکہ لے کر آئے ہیں جس میں مزید آیت کی وضاحت ہوتی ہے:

عن عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ارواحہم فی جوف طیر خضر لہا قنادیل معلقة بالعرش تسرح من الجنة حيث شائت ثم تأوی الی تلك القناديل فاطلع اليهم ربهم اطلاعةً فقال: هل تشتهون شيئًا؟ قالوا: ای شيءٍ نشتہی ونحن نسرح من الجنة حيث شئنا؟ ففعل ذلک بہم ثلاث مرات، فلما رأوا انّہم لن يتركوا من ان يسألوا قالوا: يا رب نريد ان ترد ارواحنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبیلک فلمّا رأی ان ليس لهم حاجة تركوا ۱۱

"عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہیدوں کی روحیں سبز چڑیوں کے قالب کے قندیلوں میں ہیں۔ جو عرش مبارک سے لٹک رہی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں ہیں جنت میں چلتی پھرتی ہیں۔ پھر ان قندیلوں میں رہتی ہیں۔ ایک بار ان کے پروردگار نے ان کو دیکھ کر پوچھا کیا تم کچھ چاہتی ہو؟ انہوں نے کہا اب کیا چاہیں گے اب ہم تو جنت میں میں چلتی پھرتی ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں. پروردگار نے پھر پوچھا: پھر پوچھا انہوں نے

جب دیکھا کہ کہ بغیر پوچھے ہماری رہائی نہیں تو انہوں نے کہا: اے پروردگار ہم یہ چاہتی ہیں کہ ہمارے روحوں کو پھیر دے ہمارے بدن میں۔ تاکہ ہم مارے جائیں دوبارہ تیری راہ میں اللہ رب العزت نے دیکھا کہ ان کی مزید کوئی خواہش نہیں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا۔" آیت کی تشریح میں پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کو لانے کا مقصد جو منافقین کے دل میں ایک خیال تھا کہ جان ضائع ہو گئی ان کے اس خیال کی تردید کر دی جو اجمالاً تردید آیت سے ہو رہی تھی۔ زیادہ وضاحت حدیث مبارکہ سے ہو گئی اور کیفیت بھی بیان فرمادی۔

مثال ۲

ارشاد باری تعالی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ۱۲

"بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے مومنین پر احسان فرمایا: جب ان میں ان ہی میں سے رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو پاک صاف کرتے ہیں اور ان کو اللہ کی کتاب سکھاتے ہیں اور دانشمندی کی باتیں بتلاتے ہیں اگرچہ وہ بعثت نبوی سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔"

مندرجہ بالا آیت میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں پر ایک احسان کا ذکر کیا ہے۔ پورے قرآن و حدیث کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اللہ رب العزت نے کہیں بھی احسان نہیں جتلایا اور اس کے بعد ساتھ یہ بھی فرمایا ہو کہ ہم نے مومنین پر احسان کیا۔ کہیں پر بھی نہیں ہوا۔ احسانات فرماتے ہیں۔ نعمتیں دی ہیں۔ لیکن کسی نعمت پر احسان نہیں جتلایا۔ صرف مذکورہ آیت میں احسان جتلایا۔ حالانکہ انسان کے اوپر اللہ رب العزت کے بے پناہ احسانات ہیں جس کا شمار نہیں۔ صرف انسان کی ذات میں غور کیا جائے تو یہاں پر ہزاروں نہیں لاکھوں نعمتیں موجود ہیں جس پر اللہ رب العزت نے احسان نہیں جتلایا۔ مندرجہ بالا آیت میں اللہ رب العزت نے پہلے فرمایا کہ تحقیق اللہ رب العزت کی طرف سے اس کے بندوں پر احسان ہے کہ ایسے نبی کا انتخاب کیا جو انہی میں سے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانوں میں انتخاب احکام کے اوپر عمل میں آسانی اور سہولت ہے اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بعثت بتایا کہ وہ چار چیزوں کی تعلیم دیں گے جن کو حضرت مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے بیان فرمایا۔ ایک صفت میں تھوڑا سا ابہام موجود ہے جس کی تشریح انہوں نے حدیث مبارکہ سے فرمائی ہے۔

(۱) **یتلو علیهم ایته**: وہ ان کو قرآن پڑھ کر سنائے گیں۔ عربوں کو قرآن تلقین کے ذریعے یاد کرایا جاتا تھا۔ پس ناظرہ اور تجوید پڑھانا اس کا مصداق تھا۔ رہے ظاہری معنی تو مخاطبین اہل لسان تھے جو خود ہی مطلب سمجھ لیں گے (۲) **یزکیھم**: وہ ان کو پاک صاف کرتے ہیں یعنی نفسانی آلائشوں سے اخلاق رذیلہ سے اور شرک اور کفر سے جذبات کو پاک کرتے ہیں۔ ان کو مانجھ کر ان میں جلا پیدا کرتے ہیں اور یہ بات عمل کرنے سے اور صحبت اور توجہ و تصرف سے باذن الہی حاصل ہوتی ہے۔

(۳) **یعلمهم الکتاب**: وہ لوگوں کو اللہ کی کتاب سکھلاتے ہیں۔ عجمیوں کو ترجمہ پڑھانا مضامین سمجھانا اور اہل لسان کے لیے خاص ضرورت کے مواقع میں پیش آنے والے مشکلات کو حل کرنا اس میں شامل ہے۔

(۴) **والحکمه**: اور دانشمندی کی باتیں سکھلانا گہرے مضامین بیان کرنا بھی نبی کی ذمہ داری ہے۔ مثلا قرآن کریم میں رضاعت دودھ پینے کے متعلق دو رشتوں کی حرمت کا ذکر ہے۔ رضاعی ماں اور رضاعی بہن کا۔ ۱۳

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يُحَرَّمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يُحَرَّمُ مِنَ النَّسَبِ ۱۴

"دودھ پینے سے بھی وہ ساتوں رشتے حرام ہوتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں"۔

یعنی قرآن کریم میں دو کا تذکرہ بطور مثال ہے۔ پس تمام احادیث شریف حکمت کا مصداق ہیں۔ مندرجہ بالا آیت میں حکمت کا مطلب واضح کرنے میں مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ رضاعت والی حدیث لے کر آگئے جس سے لفظ حکمت کی وضاحت ہو گی۔ حکمت کے اپنے معنی ہیں اجمال تھا۔ مزید یہ کے انہوں نے ساتھ وضاحت فرمائی کہ قرآن میں صرف دو رشتوں کا ذکر ہے جہاں حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان نے وضاحت کر دی کہ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ اس آیت میں اس حدیث مبارکہ کی تطبیق ہو گئی جس میں دانش مندی کی باتیں سکھلانا اور گہرے مضامین بیان کرنا ہے جو حدیث مبارکہ سے پہلے مجمل تھی۔

تفسیر باقوال الصحابة

منہج تفسیر بالماثور میں قرآن کے بعد حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تفسیر کا بنیادی مصدر رہے اور ان دونوں کے بعد اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کو تفسیر قرآن میں ایک مقام حاصل ہے۔ صحابہ کرام کی جماعت پہلی جماعت ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درس سے سب سے پہلے فیض یاب ہوئے۔ جس طرح کسی مستند علمی ادارے کے پڑھنے والوں کو دوسروں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اور ایک ماہر استاد کے شاگردوں کو دوسرے اساتذہ کے شاگردوں پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے بہترین معلم ہیں۔ کیونکہ براہ راست استاد اللہ رب العزت کی ذات سے اور اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی اور تعلیم دی۔ ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے تلامذہ حضرات صحابہ کرام ہیں۔ جو براہ راست ذات نبوت سے فیض یاب ہوئے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں تعلیم حاصل کرنے والوں سے زیادہ مستند تفسیر آخر کس کی ہو سکتی ہے؟

مثال ۱:

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۱۵

"اور ان لوگوں کا حال جو اپنے اموال اللہ کی خوشنودی اور اپنے دل میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ اس باغ جیسا ہے جو سطح مرتفع پر ہو، اس پر موسلا دھار بارش برسی، پس وہ اپنا پھل دوچند لایا، اور اگر اس موسلا دھار بارش نہ برسے تو ہلکی پھوار (کافی ہو جائے گی باغ پھل دے گا) اور اللہ تعالی ان کاموں کو جو تم کرتے ہو خوب دیکھ رہے ہیں۔"

مندرجہ بالا آیات میں اللہ رب العزت نے مالدار آدمی کی مثال بیان فرمائی ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرتا ہے۔ یا اسی طرح کوئی فرمانبرداری کا کام کرتا ہے تو شیطان آتا ہے اور اس کے اعمال پر ڈاکہ ڈالتا ہے اور گناہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور احسان جتلا کر اپنا صدقہ باطل کر دیتا ہے یا اعمال صالحہ میں ریاء کروا دیتا ہے یا اسی طرح اور طریقے سے اس کے اعمال تلف کروا دیتا ہے۔

مفتی سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ اس کی وضاحت میں حضرت عمر کا قول لے کر آئے ہیں نیز اس کو امام بخاری نے بخاری شریف کی حدیث (۴۵۳۸) میں بیان فرمایا۔ آپ نے صحابہ سے پوچھا: آیت کریمہ ایور کا کیا مطلب ہے؟ کسی نے نہیں بتایا ، حضرت ابن عباس نے کچھ بتایا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: **الرجل غنی ، یعمل بسطاعه الله عزوجل - ثم بعث الله له الشیطان، فیومل بلمعاصی حتی اغرق اعماله** :یعنی ایک مالدار آدمی کے عمل کی مثال بیان کی ہے، جس نے اللہ کی فرمانبرداری والا کام کیا، یعنی صدقات خیرات کیا، پھر اللہ تعالی نے اس کے پاس شیطان بھیجا (اس نے ورغلایا) پس اس نے گناہ کا کام کیا یعنی احسان جتلایا یا اسی طرح کسی کو تکلیف پہنچائی، یہاں تک کہ اس کے اعمال صالحہ کو ڈباد یا یعنی نکارہ بنادیا۔ **۱۶**

مفتی سعید احمد پالن پوری آیت کی تفسیر میں جو ابن عمر کا قول لے کر آئے۔ اس سے مزید آیت کی وضاحت ہوئی۔ پہلے آیت کی تفسیر میں کسی حد تک سمجھنے میں مشکل پیش آرہی تھی کیونکہ اس کے اعمال کی تلف ہونے کی کیفیت معلوم نہیں تھی، لیکن ابن عمر نے جو وضاحت فرمائی کہ ایک آدمی نیکی والے اعمال کرتا ہے۔ صدقہ خیرات دیتا ہے یا کوئی اور

فرمانبرداری والا کام کرتا ہے لہذا اس کے پاس شیطان آکر اس کے عمل کو ضائع کروادیتا ہے یوں وہ اپنے عمل کے بدلے سے ہاتھ دھوڈالتا ہے۔

مثال ۲:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ١٧

"جن لوگوں نے تم میں سے پشت پھیری، جس دن دو جماعتیں باہم مقابل ہوئیں اور یقین رکھو اللہ نے ان کو معاف کیا، بے شک اللہ تعالی بڑا بخشنے والا بڑا بردبار ہے۔"

مندرجہ بالا آیات میں ان لوگوں کی معافی کا ذکر ہے جن کی وجہ سے صحابہ کرام کو غزوہ احد میں ظاہری عزیمت کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ تیر اندازوں نے مورچہ چھوڑا تھا۔ لشکر کی پشت ننگی ہوگئی، کافروں کے سواروں نے عقب سے حملہ کردیا اور آگے جو بھاگے جارہے تھے وہ بھی پلٹ گئے۔ اور اسلامی فوج نرغہ میں آگئی، اس لیے بھگڈر مچ گئی، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدان میں ڈٹے رہے، چند جانباز صحابہ بھی ساتھ تھے۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کعب رضی اللہ عنہ نے آواز دی تب جو لوگ بھاگ رہے تھے وہ پلٹ گئے اور دوبارہ جنگ شروع ہوگئی پس صورت حال بدلی اور مسلمانوں نے ہاری ہوئی بازی پھر جیت لی۔ اس عارضی عزیمت کا سبب تیر اندازوں کی غلطی تھی، ان کی معافی کا حکم پہلے آگیا تھا اب اس آیت میں میدان چھوڑنے والوں کی معافی کا اعلان ہے۔ فوج نے جان بوجھ کر حرکت نہیں کی تھی بلکہ یہ شیطان نے کروائی تھی اور اللہ رب العزت بڑے بخشنے والے مہربان ہیں اس لیے سب کو بخش دیا اب کسی کو ان پر انگلی اٹھانے کا حق نہیں۔ ۱۸

صحابہ کرام کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ محفوظ ہیں۔ اگر کسی صحابی سے غلطی سرزد ہوئی تو اللہ رب العزت نے ان سب کو معاف کردیا۔ اس کے علاوہ صحابہ کے آپس کے اختلافات کو بھی معاف کردیا ہے، چاہے وہ جنگیں تھیں یا کوئی اور صورت۔ ارشاد باری تعالی ہے:

(وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ) ١٩

اور سب سے اللہ نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔"

لہذا تمام صحابہ کرام کے ساتھ بھلائی اور خیر کا ارادہ ہے۔ انہی آیات کے ذیل میں مفتی سعید احمد پالن پوری حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول لے کر آئے ہیں۔ فرماتے ہیں مصر کے ایک شخص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جب اعتراض کیا کہ وہ جنگ احد میں بھاگے تھے تو حضرت ابن عمر نے جواب دیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ اس راست کی طرف اشارہ تھا۔

مفتی سعید احمد پالن پوری نے مذکورہ قول کو لا کر آیت کی تائید فرمائی۔ اگر کسی کے ذہن میں معاذ اللہ صحابہ کرام کے بارے میں اب بھی ایسے شکوک وشبہات بستے رہیں گے تو وہ اپنی ذات کا نقصان کرے گا۔ مزکورہ قول میں ابن عمر نے فرمایا کہ اللہ رب العزت نے معاف فرمادیا اب کسی بھی اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ **۲۰**

تفسیر القرآن باقوال التابعین

تابعین سے مراد تمام تابعین نہیں ہوتے بلکہ وہ حضرات جنہوں نے صحابہ کرام کی صحبت سے علمی استفادہ کیا ہو۔ اس کے علاوہ صحابہ کی تفسیر کے بعد تابعین کی تفسیر بہت اہمیت ہے اور اس کو حجت مانتے ہیں اگر کوئی تابعی صحابی کی تفسیر نقل کر رہا ہو تو اس کا حکم صحابی کی تفسیر کا ہو گا اگر وہ تابعی خود کسی آیت کی تفسیر بیان کرتا ہے۔ تو دیکھا جائے گا کہ کہیں اس کے مقابلے میں اگر کسی دوسرے تابعی کی تفسیر موجود ہے۔ اگر مخالف میں ہے تو پھر دوسرے قرائن تلاش کیسے جائے گئیں۔

مثال ا:

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّاهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۲۱

"اب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ کس چیز نے مسلمانوں کو پھیر دیا۔ ان کو اس قبلہ سے جس پر وہ تھے (یعنی بیت المقدس سے) کہو مشرق و مغرب اللہ ہی کیلئے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں راہ راست دکھاتے ہیں۔"

تحویل قبلہ کے بارے میں مفتی سعید احمد پالن پوری فرماتے ہیں۔ بنی اسماعیل کا اصلی قبلہ کعبہ شریف تھا۔ بیت المقدس عارضی قبلہ تھا۔ بیت المقدس اور بیت اللہ دونوں ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کئے ہیں۔ اول کو بنی اسرائیل کے لیے اور دوم کو بنی اسمائیل کے لیے قبلہ بنایا ہے۔ اول کو صرف بنی اسرائیل کے لیے اور دوم کو سارے عالم کے لیے بنایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے بیت اللہ تعمیر کیا پھر چالیس سال کے بعد بیت المقدس متفق علیہ الروایت میں ہے۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یارسول اللہ! کونسی مسجد زمین میں سب سے پہلے لکھی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد حرام! انھوں نے پوچھا: پھر کونسی؟ فرمایا مسجد اقصیٰ! انھوں نے پوچھا: دونوں کے درمیان کتنی مدت تھی؟ فرمایا چالیس سال کا عرصہ ہے۔ **۲۲**

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کو ذکر کرنے کے بعد مفتی سعید احمد پالن پوری حضرت امام بخاری کا تزکرہ کر کے فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا حدیث امام بخاری تزکرہ میں لائے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مسجدیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنائی تھیں اور دونوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے۔ مزید براں یہ جو مشہور ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر سلیمان علیہ السلام نے کی تو حقیقت یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کو شاندار بنایا۔ جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد

نبوی کو شاندار بنایا۔ مگر بیت المقدس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی ہے اور اس کو اسحاق علیہ السلام اور ان کی اولاد کا قبلہ بنایا۔ تفسیر میں مفتی سعید احمد پالن پوری علیہ الرحمہ پہلے ایک حدیث مبارکہ لے کر آئے۔ جس کے بعد وہ فرماتے ہیں۔ دونوں مسجدیں بیت المقدس اور بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کی۔ لوگوں کا یہ خیال تھا کہ بیت اللہ تو حضرت ابراہیم علیہ سلام نے تعمیر کی۔ جبکہ بیت المقدس کو حضرت سلیمان نے بنایا۔ اسکی وضاحت فرمائی کہ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کی۔ سلیمان علیہ اسلام نے صرف تزین اور توسیع کا کام کیا۔ باقی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی۔ اسکی دلیل میں وہ فرماتے ہیں۔ چونکہ امام بخاری نے یہ مزکورہ حدیث ابراھیم علیہ السلام کے تذکرے میں لائے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ دونوں مسجدیں حضرت ابراہیم نے بنائی ہیں۔ اور دونوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے۔ مزید مفتی سعید احمد پالن پوری فرماتے ہیں کہ یہ جو مشہور ہے کہ بیت المقدس کی تعمیر سلیمان نے کی تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کو شاندار بنایا۔ جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو شاندار بنایا تھا، مگر اس بیت المقدس کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھی ہے۔ اور اس کو اسحاق علیہ السلام اور انکی اولاد کا قبلہ بنایا۔

مثال ۲:

> **اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ** ۲۳
>
> "اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے، نہ اسے کچھ اونگھ آتی ہے اور نہ کوئی نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، کون ہے وہ جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے، وہ سب جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرتے مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سمائے ہوئے ہے اور دونوں زمین و آسمان کسی بھی چیز کی حفاظت اس کے لیے مشکل نہیں اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے۔"

مندرجہ بالا مکمل آیت میں توحید کا بیان ہے اور اللہ رب العزت کی صفات بیان ہوئی ہیں۔ اس آیت کا نام آیت الکرسی ہے۔ مفتی سعید احمد پالن پوری علیہ الرحمہ نے مزکورہ آیت کے چند فضائل بھی بیان فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں: ایک حدیث میں اس کو افضل آیت فرمایا ہے اور نسائی کی حدیث میں ہے۔ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد اس کو پڑھے گا۔ اس کے جنت میں داخل ہونے کے لیے موت کے سوا کوئی مانع نہیں ہو گا۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جو شخص رات میں سوتے وقت اس آیت کو پڑھ لے تو صبح تک شیطان سے اس کی حفاظت ہو گی۔ **۲۴** پہلی آیت میں توحید کا بیان ہے۔ اس کے بعد اس کی

قدرت و کبریائی کا بیان ہے۔ پوری آیت میں اللہ رب العزت کے مختلف صفات بیان ہوئیں ہیں۔ مذکورہ آیت میں وسع کرسیہ السموت والارض (انکی کرسی آسمانوں اور زمینوں کو گھرے ہوئے ہیں)۔ اسکے معنی میں تابعین کے درمیان اختلاف ہے۔ مفتی سعید احمد پالن پوری نے دونوں حضرات کے معنی کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ عرش اور کرسی ایک ہیں۔ تخت نشینی اور چیئر مینی کا ایک مطلب ہے۔ دوسرے حضرات کہتے ہیں۔ (جن کا نام حضرت نے نہیں لکھا) کرسی ایک مخلوق ہے، عرش سے چھوٹی اور آسمانوں سے بڑی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ (تابعی نے اس کی تاویل "علم الٰہی" سے کی ہے اور وہ یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بھی کرتے ہیں۔

مفتی سعید احمد پالن پوری "وسیع کرسیہ السموت والارض" کے مختلف اقوال لے کر آئے۔ جس سے اس کا معنی واضح ہو گیا۔ اور ان تابعین کے اقوال کے معنی میں آسانی ہو گئی۔ وہ ہمیشہ جہاں کسی آیت کی تفسیر میں تابعی کے قول کو ذکر فرماتے ہیں اگر وہاں قرآن حدیث یا صحابی کا قول موجود نہ ہو۔ یہاں پر بھی چونکہ مذکورہ آیت کی معانی میں دشواری تھی۔ لھذا دوہ قول لے کر آئے اور معانی کے سمجھنے میں جو پیچیدگی تھی وہ ختم ہو گئی ہے۔

مولانا پالن پوری کا ہدایت القرآن میں تفسیر بالرائے کا منہج واسلوب

تفسیر بالرائے کے متعلق علامہ حسین فرماتے ہیں:

> **يطلق الرای علی الاعتقاد وعلی الجتهاد ، وعلی القياس ، ومنه : اصحب الراي ،ای اصحاب القياس ، والمراد بالرای هنا الاجتهاد) وعليه فا التفسير باالرای عبارة عن تفسير القرآن با الا جتهار ٢٥**
>
> "رائے کا اطلاق اعتقار اجتھاد اور قیاس پر ہوتا ہے اور اسی سے اصحاب الرائے یعنی اصحاب القیاس کی رائے نکلی۔ یہاں رائے سے مراد اجتھاد ہے اسی لیے تفسیر بالرائے قرآن مجید کی اجتھاد سے کی جانے والی تفسیر سے عبارت ہے۔ یعنی اجتھاد سے کی جانے والی تفسیر کو تفسیر بالرائے کہتے ہیں۔"

جب پالنپوری صاحب کی تفسیر ہدایت القرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو جہاں آیات ذکر کی جاتی ہے۔ وہاں الفاظ معنی کے بعد حضرت پالن پوری علیہ الرحمہ نے مقرر الفاظ کی تفسیر فرمائی ہے۔

مثال ا:

> **الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ** ٢٦
>
> "سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔ جو نہایت مہربان بڑے رحم والا ہے بدلے کے دن کا مالک ہے۔"

الحمد میں الف لام استراق کے لیے آیا ہے جس کا معنی ہے یعنی تمام اور ہر قسم کی تعریفات صرف اللہ کے لیے ہیں۔ الحمد اسم جنس ہے اور اس میں قلیل و کثیر تمام تعریفات شامل ہیں اور اس پر الف لام استنفراق کا ہے۔ حمد کے معنی ہیں کسی کی ذاتی خوبیوں کو سراہنا مزید یہ کہ روح سے خاص ہے۔ حمد یحمل کی قبیل سے ہے۔ اس کے معنی تعریف کے آتے ہیں۔ الحمد اللہ میں توحید الوہیت کا اثبات ہے۔ معبود ہونا بڑا کمال ہے جو صرف اللہ رب العزت کے لیے خاص ہے اگر معبودیت اللہ کے لیے خاص نہیں ہوگی تو ہر تعریف اللہ ہی کے لیے کہاں ہوگی؟ چنانچہ معبودیت جیسے مزکورہ لفظ سے ظاہر ہے کہ صرف اللہ رب العزت کے لیے خاص ہے ایسے ہی حقیقت میں بھی تمام تعریفات صرف اللہ رب العزت کے لے ہے۔

رب العالمین کی تفسیر فرماتے ہیں۔ عالمین عالم کی جمع ہے تو اسکی وجہ بھی بیان فرمادی کہ مزکورہ آیت میں باری تعالی اسکو جمع کیوں لائے؟ ایک تو اس میں توحید ربوبیت کا اثبات ہے تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور تمام مخلوقات کو عالم کہتے ہیں اس لیے اسکی جمع نہیں لاتے۔ لیکن مزکورہ آیت میں جمع لائے کہ یہ ہر جنس ایک عالم ہے انسانوں کا عالم، فرشتوں کا عالم اور جنات کا عالم، اور ان سب کا پالنے والا اللہ ہے۔ اور اسی سے باری تعالی کی توحید ربوبیت کا اثبات بھی ملتا ہے۔ دونوں توحیدین ساتھ ساتھ ہیں جو معبود ہوتا ہے وہی اپنے بندوں کو پالتا ہے اور جو روزی رساں ہے وہی معبود ہوتا ہے۔ دوسرا کوئی معبود نہیں ہو سکتا۔ رحمان اور رحیم کی تفسیر فرماتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں صیغے مبالغے کے ہیں۔ اللہ رحیم سے رحمان عام ہے کیونکہ رحمان کے حرف ہجا زیادہ ہیں۔ بنسبت رحیم کے۔ اس لیے اس میں معنی بھی زیادہ۔ اس عالم میں اللہ رب العزت سب کو روزی پہنچاتے ہیں، چاہیے وہ اسکے فرمانبردار ہوں یا پھر نافرمان۔ لیکن رحیم کی رحمت صرف آخرت کے لیے خاص ہے جو صرف فرمانبرداروں کو پہنچے گی۔ قیامت کے دن۔

رحمن الدنیاء و رحیم الا مرہ ٢٧

رحمن دنیا میں جبکہ رحیم آخرت میں ہونگے۔"

مثال ۲

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ٢٨

"اور بعض لوگ اللہ سے کم مرتبہ کو اللہ کا ہم سر بناتے ہیں وہ ان سے اللہ جیسی محبت کرتے ہیں اور مومنین اللہ کی محبت میں بڑھے ہوئے ہیں۔"

شرک کے معنی بھی شریک ٹھرانا، حصہ دار یا ساجھی بنانا۔ لہذا شرک کے معنی ہیں اللہ کے ساتھ صفات میں یا ذات میں کسی اور کو شریک ماننا کہ یہ بھی اللہ کی طرح ہے شرک کہلاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں رد ہے جس کے معنی ہیں ابطال۔ مذکوہ بالا مشرکین کا بیان ہے جن کے بارے میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ بعض لوگ اللہ کے بندوں کو اللہ کا ہم پلہ گردانتے ہیں۔ ان کی عبادت کرتے ہیں جو بہت بڑا ظلم ہے کیونکہ اکیلا اور تنہاء صرف اللہ ہے۔ حضرت پالن پوری مزکورہ آیت کی

تفسیر میں شرک کارد لے کر آئے۔ جس کا معنی ہے ابطال۔ شرک کا سبب بھی بیان فرمایا کہ وہ محبت میں غلو ہے۔ غلو کے معنی ہیں حد سے بڑھنا۔ اللہ کے بندوں میں جو قابل محبت ہیں ان سے محبت ضروری ہے۔ مگر اس کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ اس پر رکنا ضروری ہے۔ اگر اس سے آگے بڑھے گا تو مخلوق کو خالق سے ملائے گا۔ جو خالق کا حق ہے وہ مخلوق کا کر دے گا۔ جو بالکل بھی جائز نہیں اور شرک کہلائے گا۔

آیت مذکورہ میں کاف حرف تنبیہ اور مثل میں فرق۔ حضرت پالن پوری نے آیت مزکورہ میں ایک حرف تشبیہ جو آیت میں استعمال ہوا اسکی وضاحت فرمائی ہے اور یہاں یہ کس معنی میں استعمال ہوا ہے؟ کاف کے ذریعے تشبیہ میں وجہ مشابہت ہوتی ہے۔ یعنی بعض اوصاف میں شرکت ہوتی ہے۔ جبکہ مثل میں ہر اعتبار سے مساوات ضروری ہے اور مومنین ایمان میں کیفیت کے اعتبار سے متفاوت ہیں۔ اس لیے مثل ایمان جبرائیل درست نہیں۔ ایمانی فایمانی جبرائیل کہنا درست ہے۔ سورۃ الشوریٰ میں اللہ رب العزت نے مذکورہ دونوں حروف کو جمع فرمایا: لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٌ ۲۹ اس میں کاف اور مثل دونوں ہیں اور کوئی زائد نہیں اور مطلب یہ ہے کہ کوئی مخلوق اللہ کے ساتھ نہ تمام صفات میں برابر ہے اور نہ بعض صفات میں۔ خالق اور مخلوق کا جوڑ نہیں۔ یہاں پر چونکہ مشرکین کحب اللہ مشرکین بعض اوصاف میں اپنے معبودوں کو اللہ کے برابر گردانتے ہیں اور وہ وصف معبودیت ہے۔ ہر اعتبار سے وہ ان کو اللہ کے برابر نہیں مانتے۔ وہ بھی امور انتظام کا خالق اللہ ہی کو مانتے ہیں۔ اس لیے حرف تشبیہ کاف آیا ہے۔ **۳۰**

مولانا پالن پوری کے کلام استدلال

علم الکلام علوم اسلامی میں سے ایک ہے۔ اس میں اسلامی عقائد کے بارے میں بات کی جاتی ہے۔ علاوہ اس میں ان عقائد کا دفاع اور اس کے اثبات کیلئے دلائل دیے جاتے ہیں۔ اسکی ایک اور تعریف بھی کی جاتی ہے کہ علم الکلام ایک نظری علم ہے۔ جس کی مدد سے دینی عقائد کو استدلال کے ذریعے ثابت کیا جاتا ہے۔ مفتی سعید احمد پالن پوری نے اپنی تفسیر "ہدایت القرآن" میں اس کا بھرپور اہتمام کیا ہے۔ تفسیر ہدایت القرآن میں جہاں بھی کسی آیت کے ذیل میں عقائد بیان ہوئے ہیں ، آپ نے وہاں پر بھرپور علم کلام کے ذریعے اس مسئلے کو واضح کیا ہے۔ آپ کے اس طریقہ تفسیر کی ہم ہدایت القرآن میں چند نظائر دیکھ سکتے ہیں۔

توحید

قرآن کی پہلی سورت سورہ فاتحہ میں توحید کا بیان آیا ہے۔ جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور انسان کے سارے اعمال عقیدہ توحید پر منحصر ہے۔ قرآن پاک کی پہلی سورت کی پہلی آیات میں فرمان باری تعالی ہے۔

مثال۱:

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۳۱

سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔"

مزکورہ آیت مبارکہ میں توحید الوہیت کا بیان ہے۔ الف لام استغراقی ہیں یعنی ہر حمد اللہ کیلئے ہے اور حمد کے معنی ہیں کسی کے ذاتی کمالات کو تعظیم کے طور پر قول و فعل سے سراہنا اور ہر کمال کے مالک اللہ ہیں۔ انسانوں میں جتنی صفات ہیں وہ حقیقت میں اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ ہیں انسان کا اس میں اپنا کوئی عمل دخل نہیں۔ چنانچہ تمام تعریفات بلواسطہ اور بلاواسطہ اللہ کیلئے ہیں لہذا تمام کمالات کا مرجع اللہ کی ذات ہے، اور کمالات میں سب سے بڑا کمال معبود ہونا ہے۔ اللہ کے سو نام ہیں اور یہ کمال بھی دیگر کمالات کی طرح اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ قابل عبادت وہی ہے اور یہی توحید الوہیت ہے۔ آیت کے اگلے حصے میں اللہ رب العالمین کی توحید ربوبیت کا بیان ہے اللہ رب العزت سارے جہانوں کے پالنے والے ہیں۔ رعب کے معنی ہیں کسی چیز کو وجود بخشنا، نیست سے ہیست کرنا یا پھر اس چیز کی بقا کا سامان کرنا پھر اس کو آہستہ آہستہ بڑھا کر کمال تک پہنچانا۔ مزکورہ بالا تین کام اللہ کے سوا کون کر سکتا ہے؟ جواب ایک ہے اور وہ یہ کہ صرف اللہ رب العزت کی ذات سب پر قادر ہے اور وہی کر سکتا ہے بس یہی توحید ربوبیت ہے۔ **۳۲** اس طرح اللہ رب العزت کی واحدانیت قرآن مجید میں جابجا موجود ہے۔

مثال:۲

قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَابْتَغَوْا إِلَى ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۳۳

"کہہ دے اگر اس کے ساتھ کچھ اور معبود ہوتے، جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو اس وقت وہ عرش والے کی طرف کوئی راستہ ضرور ڈھونڈتے۔ پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں، بہت زیادہ بلند ہونا۔ ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔"

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں توحید کا مضمون طرح طرح بیان فرمایا تاکہ لوگ اچھی طرح سمجھ لیں اور کسی کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو حضرت پالن پوری آیت مبارکہ کی تشریح میں فرماتے ہیں۔ اگر کائنات میں اللہ تعالی کے ساتھ اور خدا بھی ہوتے تو ان سب نے مل کر اللہ رب العزت کے تخت کو الٹ دینا تھا۔ وہ رب کو چھوڑنے والے کہاں تھے؟ اور جب خداؤں میں جنگ چھڑ جاتی تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ حالانکہ کائنات کا نظام ایک ترتیب سے چل رہا ہے اور جیسے پہلے دن بنایا تھا ویسے ہی برقرار ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس کائنات کو چلانے والا اللہ ایک ہے۔ ایک خدا کے سوا

کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں۔ ۳۴ مفتی سعید احمد پالن پوری نے مذکورہ آیات میں ایک مرتبہ فرمایا کہ مضمون ایک ہے۔ لیکن اس کے بعد بار بار ذکر کرنے کی وجہ؟ اس کا جواب یہ ہے ارشاد فرمایا کہ مذکورہ مضمون (توحید) مختلف عنوانوں سے بدل بدل کر بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ ادیان سماوی کا بنیادی مسئلہ ہے اسی پر خدا پرستی کی عمارت کھڑی ہے۔ دوسری دلیل عقلی دی کہ اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ لھذا شب وروز کا یکساں تسلسل اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ وہ اللہ اکیلا ہے۔

عقیدہ توحید حدیث کی روشنی میں مثال ۱:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ. ۳۵

"اور اللہ کے راستے میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑیں اور زیادتی معاف کرو۔ بالیقین اللہ تعالی زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے اور ان کو قتل کرو جہاں بھی پاؤ اور ان کو اس جگہ سے نکالو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہے۔"

مذکورہ بالا آیات میں مفتی سعید احمد پالن پوری حدیث مبارکہ کو لے کر آئے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ گواہی دیں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں۔ پس جب انہوں نے یہ کام کیے تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال محفوظ کر لئے مگر حق اسلام کی وجہ سے اور ان کا حساب اللہ تعالی پر ہے۔ ۳۶

مذکورہ حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح اعلان فرمایا، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ان سے قتال کرو۔ جو اللہ رب العزت کی وحدانیت پر اور رسالت پر ایمان نہیں لاتا۔ ان سے جنگ کرو جو لوگ توحید اور رسالت پر ایمان لے آئے تو انہوں نے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے ذخیرہ احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو ایسا حکم بہت کم ملتا ہے جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی ہو۔ اس سے توحید کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں سے قتال کرنا چاہتے ہیں جو اللہ رب العزت کی واحدانیت پر ایمان نہیں لاتے۔ مفتی سعید احمد پالن پوری نے سورہ بقرہ کی اس آیت مبارکہ کے تشریح میں بخاری و مسلم کی روایات لاکر دونوں سے عقیدہ کو مزید تقویت دی ہے۔ پہلے قرآن کی آیات مبارکہ سے بیان فرمایا۔ پھر اس کے بعد حدیث مبارکہ سے اسکو خوب واضح کیا۔ اس سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کی جہاں قرآن میں اہمیت بیان ہوئی ہیں وہاں احادیث مبارکہ میں بھی بڑی تاکید کے ساتھ اس کا ذکر موجود ہے۔

مثال ۲

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ۳۷

"وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو بڑے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔"

سورۃ انعام کی مذکورہ آیت میں شرک مراد ہے۔ جس کو قرآن مجید میں ایک اور موقع پر ظلم عظیم بھی کہا گیا ہے۔

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۳۸

بے شک شرک ظلم عظیم ہے۔"

مذکورہ بات بخاری اور مسلم دونوں میں آئی ہے جس کو حضرت پالن پوری نے مزکورہ آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے۔ حدیث: حضرت ابن سعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر یہ آیت شاق گزری۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کیا؟ یعنی ہر شخص سے کچھ نہ کچھ ناانصافی ہو ہی جاتی ہے۔ آیت میں عذاب سے مامون ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ اس نے ایمان کے ساتھ ذرا بھی ظلم نہ کیا ہو پھر عذاب سے کون بچ سکے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مراد نہیں یعنی عملی ظلم اور ناانصافی مراد نہیں بلکہ وہ شرک ہی ہے۔ عقیدہ کی ناانصافی مراد ہے اور لفظ قرآن مجید میں اس معنی میں بھی آیا ہے۔" کیا نہیں سنی تم نے وہ بات جو لقمان نے اپنے بیٹے سے کہی۔ اے میرے بیٹے اللہ تعالی کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا۔ بے شک شرک بھاری ظلم گناہ ہے۔"**۳۹**

مفتی سعید احمد پالن پوری مزکورہ آیت کی تفسیر میں بخاری کی روایت لے آئے۔ صحابہ کرام کے ذہن میں جو آیت سے ظلم بامقابلہ ناانصافی والا معانی تھا اس کی وضاحت فرمادی۔ مزید فرماتے ہیں۔ اس آیت میں تو ظلم سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کے مطابق شرک مراد ہے۔ عام گناہ مراد نہیں البتہ بظلم نکرہ تحت النفی۔ اس لیے شرک عام ہے کھلے طور پر مشرک اور بت پرست ہو جائے یہ تو مراد ہے اور جو غیر اللہ کو نہیں پوجتا اور کلمہ اسلام پڑھتا ہے مگر کسی فرشتے یار سول یا ولی کو اللہ تعالی کی بعض صفات خاصہ میں شریک ٹھرانا ہے۔ اور ان کے مزارات کو حاجت روا سمجھتا ہے۔ یہ شرک بھی آیت میں مراد ہے۔ مفتی سعید احمد پالن پوری آیت لائے۔ پھر اس کے بعد اس کی تفسیر میں بخاری کی روایت لے کر آئے۔ جس سے آیت مبارک میں موجود ایک غلط فہمی کا ازالہ ہوا۔ اور ساتھ ہی گناہ کی نشان دہی بھی ہوگئی۔ آخر میں ایک قاعدہ بیان فرما کر اس کے تحت دوسرے گناہ جو شرک کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان کی بھی نشاندہی فرمادی۔

مولانا پالن پوری کے فقہی استدلال

فقہ کا لغوی معنی ہے سمجھنا اور سمجھنے والے کو فقیہ کہتے ہیں۔ فقیہ سے مراد وہ نہیں جسے صرف فقہ کے جزئیات یاد ہو بلکہ فقیہ سے مراد وہ شخص ہے جو مبادی یعنی اصول فقہ کا ماہر ہو، جسے حکم استخراج استنباط کرنے کا ملکہ حاصل ہو۔ مفتی سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ نے جو ہدایت القرآن میں جو فقہی استدلات بیان فرمائے ہیں ہم ان کو بطور امثالہ ذکر کریں گے۔ **مثال ا:**
نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنے کے مسئلہ کو حضرت پالن پوری رحمۃ اللہ نے بیان فرمایا ہے اور اس میں جتنے بھی مذاہب تھے ان سب کو بیان فرمایا ہے فرماتے ہیں: تین اماموں کے نزدیک: نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ یہ فاتحہ کے نماز سے تعلق کا مسئلہ ہے۔ مقتدی کا مسئلہ نہیں ہے وہ مسئلہ الگ ہے۔ اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فاتحہ واجب ہے۔ اگر بھول سے رہ جائے تو سجدہ سہو کرے نماز ہو جائے گی۔ اور بالقصد چھوڑ دے تو وقت میں نماز کا اعادہ واجب ہے۔ سجدہ سہو سے کام نہیں چلے گا۔ **۴۰**

مذکورہ بالا عبارت میں حضرت پالن پوری رحمۃ اللہ نے ایک عمومی اختلاف کو بیان فرمایا ہے۔ اور ائمہ کرام کے مسلک کو واضح فرمایا۔ مزید یہ کہ اس اختلاف میں اگر غور کیا جائے تو اصل اختلاف بھول کی صورت میں اختلاف ظاہر ہو گا۔ کیونکہ سب ہی مسلمان ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ لیکن فرض یا واجب کہنے میں اختلاف ہے۔ چونکہ حضرت پالن پوری رحمت اللہ خود حنفی مسلک ہیں۔ چنانچہ وہ اس کو بیان فرماتے ہیں اور اس کی نقلی دلیل بھی بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: جاننا چاہیے کہ نماز میں فاتحہ پڑھنے کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ قرآن میں مطلق قرآت کا حکم ہے۔ پس وہ رکن (فرض) ہے۔ اور فاتحہ کا حکم اعلی درجہ کی خبر واحد میں ہے۔

لا صلاۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب ۴۱

سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اعلی درجہ کی خبر واحد ہے۔ فرضیت ثابت ہو سکتی ہے۔ اس لیے انھوں نے فاتحہ کو فرض قرار دیا اور احناف کے نزدیک فرضیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے قطعی دلیل کی ضرورت ہے۔ اس لئے احناف نے حدیث سے وجوب ثابت کیا ہے۔ اور مقتدی کیلئے فاتحہ کی فرضیت کے صرف شوافع قائل ہیں۔ باقی تین ائمہ مقتدی کیلئے فاتحہ کو فرض قرار نہیں دیتے۔ بلکہ احناف کے نزدیک تو مکروہ ہے۔ احناف کی دلیل اس بارے میں مذکورہ رائے ہے۔

من کان لہ امام فقرات الامام لہ قرآتا ۴۲

جس کیلئے امام ہو پس امام کی قرآت اس مقتدی کی قرآت سمجھی جائے گی۔

شوافع کی دلیل اس مسئلہ میں ترمذی کی حدیث ہے۔ وہ صرف حسن ہے۔ اور فرضیت کے باب میں صریح بھی نہیں۔ لیکن اس کے بر خلاف بہت سی روایات ہیں۔ جس میں مقتدی کو قرآت سے منع کیا گیا ہے۔ اس لیے مقتدی کیلئے فاتحہ پڑھنا جائز نہیں۔ **۴۳**

حضرت پالن پوری علیہ الرحمہ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ تینوں امام امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمھم اللہ کے نزدیک ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ جبکہ احناف کے نزدیک واجب ہے۔ ان حضرات کے نزدیک اگر خبر واحد مشہور کی درجہ کو پہنچ جائے تو اس سے فرضیت ثابت ہو جاتی ہے جبکہ احناف کے نزدیک فرضیت صرف قرآن (قطعی الدلالہ) دلیل ہو۔ تو اس سے ثابت ہو گی۔ چونکہ مذکورہ مسئلہ میں روایت ہے اس وجہ سے احناف کے نزدیک واجب ہو گی۔ دوسرا مسئلہ مقتدی کی قرآت کے بارے میں ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے علاوہ تمام تینوں ائمہ کے نزدیک قرآت مقتدی کے لئے ممنوع ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس بارے میں ترمذی کی ایک روایت ہے جو صرف حسن ہے۔ اور فرضیت کے باب میں صریح بھی نہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی روایات موجود ہیں۔ جس میں قرآت سے منع کیا گیا ہے اس لیے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فاتحہ پڑھنا جائز نہیں۔

مثال ۲: صفا و مروہ مقامات حج میں سے ہے۔ بے تکلف ان کی سعی کرو۔

صفاء کعبہ شریف سے پانچ سو گز کے فاصلے پر شمال مشرق میں ایک پہاڑی تھی۔ اور مروہ اس سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر کعبہ سے شمال مغرب میں ایک پہاڑی تھی۔ ان کے درمیان سعی (سات چکر لگانا) حج و عمرہ میں امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک سنت مستحبہ ہے۔ ان دونوں پہاڑوں کو یہ اہمیت حضرت ھاجرہ رضی اللہ عنہ کے صبر کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ اور ان کو مناسک میں اس وقت شامل کیا گیا ہے جب تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلا حج کیا۔ پھر زمانہ جاہلیت میں ان پہاڑوں پر دو مورتیاں اساف اور نائلہ رکھی گئی۔ مشرکین جب حج کرتے تھے تو سعی میں اپنے بتوں کو ہاتھ لگاتے تھے۔ پھر جب اسلام کا زمانہ آیا اور وہ مورتیاں وہاں سے ہٹادی گئیں تو پھر انصار کو صفاء و مروہ کے درمیان سعی کرنے میں تکلف محسوس ہوا۔ جس پر سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اور مسلمانوں کو بتایا گیا کہ بے تکلف ان پر سعی کرو۔ یہ تو مناسک میں شامل ہے ان کی سعی ان مورتیوں کی وجہ سے نہیں ہے۔ ۴۴

مذکورہ عبارت میں حضرت پالن پوری رحمۃ اللہ نے پورے مسئلہ کو واضح فرمایا۔ اور ائمہ اربعہ کے جو مذاھب ہیں انکو بھی بیان فرمایا۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے۔ اور امام احمد کے نزدیک سنت مستحبہ ہے۔ آگے قرآن کی تعبیر "لاجناح" پر اختلاف ہے۔ قرآن کریم میں یا احادیث مبارکہ میں یہ اباحت کیلئے آیا ہے یعنی اگر اس عمل کو کریں تب بھی درست ہے اور اگر ترک کر دیں تب بھی درست ہے۔ چنانچہ اس سے وجوب یا فرضیت کیسے ثابت ہو رہی ہے؟ یہی سوال حضرت عروہ رحمۃ اللہ نے اپنی خالہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ تو انھوں نے وہی بیان فرمایا۔ کہ انصار زمانہ جاہلیت میں طواف کرتے تھے۔ پھر جب اسلام آیا تو انصار کو سعی میں حرج محسوس ہوا تو یہ

آیت نازل ہوئی۔ اور ان کے دلوں کا بوجھ ہٹ گیا، پس یہ اباحت کی تعبیر نہیں۔ اباحت کی تعبیر ان کا لطوف بھاہے۔ یعنی جو حج و عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ بطور دلیل حضرت پالن پوری رحمہ اللہ نے سوری النساء کی آیت بیان فرمائی ہے۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلوٰةِ ۴۵

"جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم عبوری نماز سے کم کرو یعنی بے تکلف قصر پڑھو۔"

اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ اباحت کی تعبیر ہے۔ بلکہ اباحت کے لئے ان اتمو ہے۔ چنانچہ سفر میں احناف کے نزدیک قصر واجب ہے، اتمام جائز نہیں۔ لہذا مذکورہ عبارت (لاجناح) سورہ بقرہ کی آیت میں اباحت نہیں بلکہ وجوب ثابت ہو رہا ہے۔ جسکی دلیل بخاری کی روایت ہے۔ اور ایسے الفاظ سے وجوب ثابت ہوتا ہے سورہ النساء میں بھی ایسے بیان نے ثابت کر دیا کہ وجوب ثابت ہے۔۴۶

لھذا لاجناح اباحت کے لئے نہیں بلکہ وجوب کے لئے آرہا ہے۔ حضرت پالن پوری رحمہ اللہ نے آیت میں موجود ائمہ اربعہ کے مذاہب کو بیان کیا۔ حضرت امام شافعی اور امام مالک رحمھما اللہ کے نزدیک فرض ہے، اس کو بیان کیا جبکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے۔ حضرت احناف کا مذہب بھی بیان فرمایا۔ نیز خود حنفی المسلک ہونے کی وجہ سے وجوب کو قرآن کی دوسری آیت میں واضح فرمایا۔ کہ مذکورہ لفظ (لاجناح) سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اور اس بارے میں یہی مذہب حضرت پالن پوری رحمہ اللہ کا بھی ہے کہ یہ واجب ہے۔ بخاری شریف کی روایت بھی بیان فرمائی۔ تیسرا مذہب امام احمد کا سنت کا ہے تو ان کا مذہب بھی بیان فرمایا۔

فقہ المنکعات

نکاح نسل انسانی کی بقا اور بے شمار انسانی اور سماجی ضرورتوں اور تقاضوں کی فراہمی اور تکمیل کے لئے اللہ اور رسول کی طرف سے متعین کردہ نہایت مہذب اور خوبصورت طریقہ ہے۔ اللہ رب العزت نے انسان کے لئے اس رشتے میں سکون رکھ دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً و رَحْمَةً ۴۷

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے تمہیں میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ ان کے پاس چین سے رہو اور تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی، جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانیاں ہیں"

جہاں جہاں نکاح سے متعلق آیات بیان ہوئی ہیں۔ وہاں پر حضرت پالن پوری رحمتہ اللہ نے خوب تفسیر بیان فرمائی ہے۔ اس کے علاوہ طلاق، حق مہر، نان نفقہ اور اس عنوان کے تحت جتنے بھی ممکنہ مسائل ہیں، ان کو بیان فرمایا ہے۔ ان کے اس طریقہ بیان کو ذیل کے مثالوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔

مثال ۱:

فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُوْلُوْا ۴۸

"جو عورتیں تمہیں پسند ہیں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے نکاح کرو یا جو لونڈی تمہارے ملک میں ہو وہی سہی، یہ طریقہ بے انصافی سے بچنے کے لیے زیادہ قریب ہے۔"

مذکورہ آیت میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ تم عورتوں کے ساتھ نکاح کرو۔ جو تمہیں پسند ہو اور اس کی تعداد بھی بتائیں۔ یعنی اگر تمہیں ایک سے زیادہ پسند ہے تو تم چار تک نکاح کر سکتے ہو۔ البتہ یہ بات ضروری ہے۔ اگر ان کے درمیان انصاف کر سکتے ہو تو پھر اجازت ہے۔ اگر اندیشہ ہو ہو اس بات کا کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کی صورت میں انصاف اور برابری نہیں کر سکے گا، تو ایک ہی پر قناعت کرے۔ ایک نکاح کی صورت میں اس بات کی توقع ہے کہ بے انصافی سے محفوظ رہے گا۔ حضرت مفتی سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت کی تشریح فرمائی۔ کیونکہ ما قبل میں یتیم بچیوں کا بیان ہے۔ چنانچہ حضرت پالنپوری نے پہلے ان کے حقوق بیان فرمائے۔ پھر مذکورہ آیت کی تشریح فرمائی ہے۔ اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت عفت و پاکدامنی و پرہیز گاری کی ہے۔ اور مرد قوی شہوت ہوتا ہے۔ ایک بیوی سے زیادہ اس کی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ پہلی صورت میں وہ یہاں تو گناہ میں مبتلا ہو گا یا خون کے گھونٹ پی کر رہ جائے گا۔ لہذا اسلام نے چار عورتوں کو ایک وقت نکاح میں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ اور اس پر امت کا اجماع ہے۔ چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔

مذکورہ آیت میں کلمہ حسن موجود نہیں۔ لیکن دلالت حصر موجود ہے۔ اس کی بھی حضرت نے تشریح فرمادی۔ اگر کسی چیز کی اجازت دی جائے اور اجازت دینے والا کسی حد پر رک جائے تو اتنے کی اجازت ہوتی ہے۔ جیسے کہا، دو، تین، چار لے لو، تو کم لے سکتا ہے۔ زیادہ نہیں۔ اور تین حدیثوں میں حصر کی صراحت موجود ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کہ غیلان بن ثقفی رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو ان کے نکاح میں دس عورتیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: ان میں سے کوئی سی چار پسند کر لو باقی چھوڑ دو۔ ۴۹

اس کے علاوہ بھی حضرت نوفل رضی اللہ عنہ اور حارث رضی اللہ عنہ کے نکاح میں چار سے زیادہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکھنے کی اجازت دی۔ بقیہ کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ بس آیات اور احادیث سے ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اور اس پر اجماع ہے۔ **۵۰**

حضرت پالن پوری رحمہ اللہ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں نکاح کی اہمیت کو واضح کیا۔ کہ ازواج کی تعداد کو بیان فرمایا۔ اور اس میں بھی اللہ رب العزت نے انسان کی پسند کو ترجیح دی۔ مزید ایک آیت میں اشتباہ موجود تھا۔ کے دو دو تین تین چار چار کی اجازت ہے۔ اگرچہ آیت میں کلمہ حصر موجود نہیں تھا۔ چنانچہ آپ نے اس حدیث مبارکہ سے واضح فرمایا۔ اور مذکورہ آیت کی تفسیر کے ساتھ نکاح کی اہمیت بھی واضح ہو گئ۔

مثال ۲۔

وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ۵۱

"اور ان کے سوا تم پر سب عورتیں حلال ہیں بشرط یہ کہ انہیں اپنے مال کے بدلے میں طلب کرو لیکن نکاح کرنے کے لیے نہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لیے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح پر توجہ اور رغبت دلاتے ہوئے فرمایا

: يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج؛ فإنه أغض للبصر، وأحصن للفرج ۵۲

"اے نوجوانوں کی جماعت جو تم میں سے قوت پاتا ہو وہ نکاح کرے کیونکہ اس سے نگاہ نیچی اور شرمگاہ محفوظ ہو جاتی ہے۔"

مذکورہ بالا آیت میں اللہ رب العزت نے نکاح کی ترغیب دی ہے۔ اور ساتھ ہی دوسروں کو بیان فرمایا جن سے نکاح جائز ہے۔ اور مقصد نکاح اللہ رب العزت نے بیان فرمایا۔ ایک مہر کا حکم دیا کہ عورتوں کو حق مہر ادا کرو۔ یہ ان کا حق ہے اور دوسرا یہ بیان فرمایا کہ نکاح کا مقصد پاکیزگی ہے۔ بدکاری ہرگز مقصد نہ ہو۔ حضرت پالن پوری رحمتہ اللہ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں ان رشتوں کو بیان فرمایا جن سے کسی وجہ سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

۱۔ پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو بھی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

۲۔ معتدہ طلاق یا وفات سے بھی نکاح حرام ہے۔

۳۔ چار بیویاں نکاح میں ہوں تو پانچویں سے نکاح حرام ہے۔

۴۔ جس عورت سے شوہر نے لعان کیا ہو۔ اس عورت سے شوہر کبھی دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔ **۵۳**

مذکورہ آیت سے دو حکم سامنے آئے کہ نکاح کا مقصد پاکیزگی اور پاکدامنی ہے۔ جس انسان کو بھی گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو تو وہ فوراً نکاح کرے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

1. علامہ حسین زھبی، التفسیر والمفسیرون .مکتبہ وھبہ، ج:۱، ص:۱۱۲.
2. القرآن. سورۃ البقرہ۳:۲.
3. القرآن. سورۃ الحدید۵۷:۴.
4. مفتی محمد سعید پالن پوری، ہدایت القرآن .مکتبہ غزنوی، سلام مارکیٹ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی، ۱۴۳۹ھ /۲۰۱۸، ج:۱، ص:۴۳.
5. القرآن. سورۃ آل عمران۱۸:۳.
6. القرآن. سورۃ الانبیاء۲۵:۲۱.
7. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۱، ص:۳۸۴.
8. القرآن. سورۃ النجم ۴-۳:۵۳.
9. القرآن. سورۃ البقرہ۱۵۴:۲.
10. ترمزی، محمد بن عیسی، السنن ترمزی .بشار عوار معروف، دار احیاالتراث العربی، بیروت، کتاب الجھاد، باب ماجافی ثواب الشھداء، رقم الحدیث:۱۶۴۱.
11. مسلم بن حجاج، الصحیح المسلم . تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، دار احیاالتراث العربی، بیروت، کتاب الامارہ، باب فی بیان ان ارواح الشھداء فی الجنتہ وانھم احیاء عندربھم یرزقون، رقم حدیث:۱۸۸۷.
12. القرآن. سورۃ آل عمران ۳:۱۶۴.
13. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۱، ص:۵۱۶-۵۱۷.
14. ترمزی، السنن ترمزی ,کتاب الرضاع، باب ماجاکرم من الرضاعۃ، رقم الحدیث:۱۱۴۶.
15. القرآن. سورۃ البقرہ۲:۲۶۵.

16. بخاری، محمد اسماعیل، الجامع الصحیح . تحقیق: محمد فواد عبد الباقی، دار احیا التراث العربی، بیروت، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ، رقم الحدیث:۳۸۴۵.
17. القرآن. سورۃ آل عمران ۳:۱۵۵.
18. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۱، ص:۵۰۸.
19. القرآن. سورۃ الحدید ۵۷:۱۰.
20. بخاری، الجامع الصحیح ,کتاب المغازی، باب قولہ تعالی، رقم الحدیث:۴۰۶۶.
21. القرآن. سورۃ البقرہ ۲:۱۴۲.
22. بخاری، الجامع الصحیح ,کتاب احادیث الانبیاء، رقم الحدیث:۳۳۶۶.
23. القرآن. سورۃ البقرہ ۲:۲۵۵.
24. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۱، ص:۳۱۶-۳۱۵.
25. زھبی، التفسیر والمفسیرون ,ج:۱، ص:۱۸۳.
26. القرآن. سورۃ الفاتحہ ۳-۱:۲.
27. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۱، ص:۳۴.
28. القرآن. سورۃ البقرہ ۲:۱۶۵.
29. القرآن. سورۃ الشوری ۴۲:۱۱.
30. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۱، ص:۱۹۶-۱۹۵.
31. القرآن. سورۃ الفاتحہ ۱:۱.
32. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۱، ص:۳۳.
33. القرآن. سورۃ بنی اسرائیل ۴۴-۱۷:۴۲.
34. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۵، ص:۸۴.
35. القرآن. سورۃ البقرہ ۱۹۱-۲:۱۹۰.
36. بخاری، الجامع الصحیح ,کتاب الایمان، رقم الحدیث:۲۵.
37. القرآن. سورۃ الانعام ۲:۸۳.
38. القرآن. سورۃ لقمان ۳۱:۱۳.
39. بخاری، الجامع الصحیح ,کتاب احادیث الانبیاء، رقم الحدیث:۴۶۲۹.
40. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۵، ص:۳۶.
41. بخاری، الجامع الصحیح ,کتاب الاذان، رقم حدیث:۶۷۵.
42. قزوینی، ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ . تحقیق محمد فواد عبد الباقی، دار الحیا العربیہ، رقم حدیث:۵۸۰.
43. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۱، ص:۳۸.

44. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۱،ص:۱۸۷.
45. القرآن. سورۃ النساء۴:۱۰۱.
46. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۱،ص:۱۸۸.
47. القرآن. سورۃ الروم۲۱:۳۰.
48. القرآن. سورۃ النساء۳:۴.
49. قزوینی، ابن ماجہ، السنن ابن ماجہ ,کتاب النکاح، باب الرحل، رقم الحدیث:۵۸۰.
50. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۱،ص:۵۶۰-۶۱۵.
51. القرآن. سورۃ النساء۲۴:۴.
52. بخاری، الجامع الصحیح ,کتاب النکاح، رقم الحدیث:۵۰۶۶.
53. پالن پوری، ہدایت القرآن ,ج:۲،ص:۲۵.